Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

محمد الیاس کی کہانیاں معاشرتی زوال کی عکاس

MUHAMMAD ILYAS'S STORIES REFLECT THE DECLINE OF SOCIETY

***Dr. Nazia malik, **Saima mir**

***Assistant professor NUML ,Islamabad**

****M.phil scholar NUML , Islamabad**

ABSTRACT.

Muhammad Ilyas has been recognized as daring social realist in the contemporary scenario. He has emerged as a social realist. He has beautifully described these immoral habits and uncivilized lifestyles of the society, and highlighted the problems found in the society. Muhammad Ilyas is not unfamiliar with the scene of Urdu literature. Personality is all encompassing. He is both a novelist and a fictionist. So, in this regard, research purpose was to show off his individually. This study highlights almost all the aspects of social decline that effects badly in a society. . So, this research deals causes of moral decline in the fictional work of Muhammad Ilyas and analysis of the moral decline of society.

Key words: Social realist, Social decline, declining values, Mufti of literature, moral standard, Corruption, contradiction, disgusting faces, fistula, disrespect, Fraud, fabrication, corruption.

ملخص:

محمد الیاس کو عصری منظر نامے میں ایک باہمت سماجی حقیقت نگار کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ محمد الیاس سماجی حقیقت نگار کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں معاشرے کی غیر اخلاقی عادات اور غیر مہذب طرز زندگی کو خوبصورتی سے بیان کیا ہے، اور سماج میں پائے جانے والے مسائل کو اجاگر کیا ہے۔ محمد الیاس اردو ادب کے منظر نامے پر غیر متعارف نہین ہیں، ان کی شخصیت ہمہ جہت ہے۔ وہ بیک وقت افسانہ نگار بھی ہین اور ناول نگار بھی۔ لہذا اس سلسلے میں تحقیق کا مقصد انفرادی طور پر ان کی نمائش کرنا تھا۔ یہ مطالعہ سماجی زوال کے تقریباً تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے جو معاشرے مین بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہذا یہ تحقیق محمد الیاس کے افسانہ نگاری میں اخلاقی زوال کا اسباب اور معاشرے کے اخلاقی زوال کا تجزیہ بھی کرتی ہے۔

کلیدی الفاظ: سماجی حقیقت نگار، معاشرتی زوال، زوال پذیر اقدار، مفتیان ادب، اخلاقی معیار، بد عنوانی، تضاد، مکروہ چہروں، ناسور، بے توقیری، دھوکہ دہی، بناوٹ۔

کوئی بھی معاشرہ زوال کا شکار تب ہوتا ہے جب وہ غیر اخلاقی اور غیر شریفانہ طور طریقوں کو اپنالیتا ہے۔ معاشرہ مختلف انسانوں سے وجود میں آتا ہے۔ خلق انسان کی وہ عادت ہے جس سے اس کے اچھے یا برے ہونے کا پتہ چلے۔ اگر انسان کا اخلاق اچھا، دوسروں کو متاثر کرنے والا ہو گا تو وہ معاشرے کا باکردار اور با اخلاق انسان کہلاتا ہے۔ مولانا محمد حفظ الرحمن اخلاق کے بارے میں کہتے ہیں۔

"کسی ارادہ کا عادت بن جانا یعنی ارادہ کسی شے کا خوگر ہو جائے تو اس خوگر ہو جانے کو خلق کہتے ہیں"[۱]

سید ابو الاعلی مودودی لکھتے ہیں۔

" خلق انسان کی اس عادت کا نام ہے جس کا اظہار بلا تکلف ہوتا ہے۔ خلق انسان کے مجموعہ اعمال کا نام ہے"[۲]

فرد معاشرے کا چونکہ ایک اہم عنصر ہے۔ اس لیے معاشرے میں ہر فرد کا اخلاق اہمیت رکھتا ہے۔ جس طرح خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے اسی طرح افراد کی دیکھا دیکھی اصلاح یا بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ معاشرے کے دیگر افراد بھی اسی رو میں بہتے چلے جاتے ہیں۔

محمد الیاس سماجی حقیقت نگار کے طور سامنے آئے ہیں۔ محمد الیاس نے اپنے افسانوں میں معاشرے کی انہی غیر اخلاقی عادات اور غیر مہذب طرز زندگی کو خوبصورتی سے بیان کیا ہے، اور سماج میں پائے جانے والے مسائل کو اجاگر کیا ہے. محمد الیاس اردو ادب کے منظر نامے پر غیر متعارف نہیں۔ ان کی شخصیت ہمہ جہت ہے۔ وہ بیک وقت افسانہ نگار بھی ہیں اور ناول نگار بھی۔ گجرات میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی لکھنے کا شوق تھا۔ اپنے اسی شوق کی بنا پر کئی نادر و نایاب افسانے اور ناول تحریر کیے۔ اپنے افسانوں کے موضوعات کو انہوں نے عوام کے مسائل سے جوڑا۔ یہی وجہ ہے کہ قاری ان کی طرف منعطف ہوتا چلا جاتا ہے۔

کسی بھی معاشرے کو صحت مند بنانا اس میں بسنے والے چند لوگوں کی ذمہ داری نہیں، بلکہ معاشرے میں موجود ہر عام و خاص کو اپنا محاسبہ کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے حصے کی ذمہ داری کو بوجھ سمجھ کر اسے اتار پھینکتے ہیں۔

یوں تو اخلاقیات کا درس ہر مذہب دیتا ہے مگر ہمارے مذہب اسلام میں اس کا مقام اور زیادہ بلند ہے۔ حضور ﷺ نے جہاں اخلاق کا اعلی نمونہ پیش کیا اور حسن اخلاق کا حکم دیا، وہاں اخلاق ذمیمہ سے اجتناب کا حکم دیا تاکہ انسانوں کے ساتھ ساتھ معاشرے کی بھی کردار سازی ہو سکے۔ رذائل نہ صرف ایک شخص کے اعمال کو ضائع کرتے ہیں بلکہ اس کے کردار کو بھی خراب کرتے ہیں۔ مثلاً جھوٹ، دورخاپن، حرص اور ظلم وغیرہ۔

محمد الیاس کی کہانیاں معاشرے کی انہی زوال پذیر اقدار کا عکس پیش کرتی نظر آتی ہیں۔ افسانہ "فتوی" معاشرے میں تضاد رکھنے والے افراد کی کہانی ہے۔ جو بظاہر تو توبہ و استغفار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر ان کی عملی زندگی ان تمام چیزوں کے برعکس ہے۔ یہ افسانہ مفتیان ادب کے دوغلے پن کو ظاہر کرتا ہے۔ افسانہ "قفس" معاشرتی اونچ نیچ اور ذات پات کی تقسیم پر مبنی کہانی ہے۔ ذات پات کے نظام نے ہماری نسلوں کو نفسیاتی مریض بنا دیا ہے۔ اس میں ان مکروہ چہروں کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ جو مشورے دینے میں کافی ماہر ہوتے ہیں، مگر عملی طور پر خود ان کی اندر کی دنیا ویران، بنجر اور اندھیرے میں ڈوبی نظر آتی ہے۔ افسانہ "ڈوگرہ" میں دولت و شہرت کے پجاریوں کو موضوع بنایا ہے۔ دولت کی ہوس نے ہمارے معاشرے کے اخلاقی معیار کو اتنا گرا دیا ہے کہ ہم اپنی اولاد کی تربیت بھی اسی انداز سے کر رہے ہیں۔ اخلاقی زوال کی ایک بڑی وجہ تربیت سے شدید غفلت برتنا بھی ہے۔ ہم اپنے بچوں کو دولت، شہرت اور اچھے مستقبل کا سبق تو دیتے ہیں مگر اچھی تربیت کی کمی چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جھوٹ، غبن، ملاوٹ، اور منافقت معاشرے میں عام ہو گئے ہیں۔

افسانہ "التکاثر" میں مصنف نے اس بڑھتے ہوئے ناسور کی بات کی ہے جو عوام کی روحوں سے ایک لاعلاج مرض کی طرح چمٹ گیا ہے۔ بد عنوانی اور لالچ کی دوڑ نے ایک ہولناک منظر پیش کر دیا ہے۔ انسانی رشتوں کا احترام ختم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ افسانے کی کہانی بتاتی ہے کہ اجتماعی طور پر ہمارے بے رحم معاشرے میں بے حسی کی ایک موٹی تہہ برف کی طرح جم گئی ہے کہ جس میں سے سورج کی روشنی کو اندر آنے کا راستہ نہیں دیا جاتا۔ انسان کا دل بھی اس ٹھنڈی موٹی تہہ در تہہ برف کی طرح ہو گیا ہے کہ رشتوں کی گرمی اس تک نہیں پہنچ پاتی۔ "انا" میں مصنف نے ملک کے سیاسی مزاج کو موضوع بنایا ہے۔ "اغوا" اور "انا" میں بتایا گیا کہ ملک کو تباہی کی جانب دھکیلنے والا طبقہ سیاست دانوں کا ہے۔ ملکی باگ ڈور سنبھالنے والے جب شروعات کرتے ہیں تو اپنی انا میں جہالت اور خود غرضی کی بنا پر وہ ملک کو کوڑا دان بنا دیتے ہیں، جس میں ہر بندہ اپنے حصے کا گند ڈالنا فرض سمجھتا ہے۔ اسی کوڑے دان میں سے منافقت زدہ مکھیاں بھی نکلتی ہیں، بدعنوان مچھر بھی آتے ہیں نیز بے حسی کے جراثیم بھی پرورش پاتے ہیں . یہ سارے مل کر قوم کو مختلف کی قسم بیماریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جن کی سڑاند اور بو تو ہر کسی تک پہنچتی ہے۔ مگر ان سے نجات حاصل کرنے کی کوئی ہمت نہیں کرتا۔ افسانہ "ایک بٹا چھ "معاشی ناہمواری، معاشرے کی بے رحمی، غریب کی محرومی، تذلیل، بے بسی، غرض ہر طرح سے سوچ کے دریچوں کو کھولتا ہے۔ ایک ایسے معاشرے کی کہانی ہے جس میں غریب کی زندگی سوائے تماشے کے کچھ بھی نہیں۔ معاشرے کی ناہمواری، انسانیت کی بے توقیری، دھوکہ دہی، بناوٹ اور

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No. 2 2022

بدعنوانی جیسی صفات ہی ہمارے سماج کا حصہ بن چکی ہیں۔ محمد الیاس کی ان کہانیوں کی وجہ سے ہی قاری بصارت اور بصیرت دونوں سے فیض یاب ہوتا ہے۔

حکمرانوں کی سیاست، غربت وجہالت، کرپشن، منافقت دراصل ان کہانیوں کے تحریر کرنے کا مقصد یہ آگاہی دلانا ہے کہ اس روش پر چلنے والے معاشرے کئی ایسی چھوتی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک اچھے ادیب کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہے کہ وہ معاشرے میں موجود کج روی، اور بگاڑ کی نشاندہی کرے اور معاشرتی اصلاح کا فریضہ سرانجام دے۔ حشرت رومانی کا کہنا ہے۔

"انہوں نے اپنے افسانوں میں انسان کی اخلاقی اسرار ورموز خصوصی طور پر خالص انسانی سطح پر بیان کیے ہیں۔ جن کی بنیاد انسانیت کی اعلیٰ اقدار ہیں۔ ان کے یہاں جو ذہنی ادراک ہے، اس کا تعلق معاشرتی شعور سے ہے" ۳؎

ان کی کہانیوں کے موضوعات تقریبا ہر معاشرے میں پائی جانے والی برائیاں ہیں مگر مصنف نے وسیع نظر اور گہری سوچ سے کام لیتے ہوئے ان موضوعات کو بخوبی برتا۔ ان کے تمام موضوعات زندگی سے قریب تر ہیں یہی وجہ ہے کہ قاری ان کو دلچسپی سے پڑھتا ہے۔ ان کہانیوں کے کردار حقیقی زندگی کے مسائل کی عکاسی کرتے ہیں۔ بقول آئی یو جرال

"محمد الیاس ہمیں ادب کی لذت میں دردمندی کی لذت بھی دیتا ہے اور سچ لکھنے کا حوصلہ بھی عطا کرتا ہے" ۴؎

مصنف نے ان افسانوی کہانیوں میں جن موضوعات کی نشاندہی کی ہے، یہی برائیاں معاشرے کو اخلاقی کج روی میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں ایسا معاشرہ سوچنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ بقول محسن بھوپالی

"یہ کہانیاں بہ حیثیت مجموعی ہمارے عہد کی تلخ حقیقت ہیں۔ اور معاشرے کے تاریک گوشوں کا عکس بھی ہے اور عکاس بھی" ۵؎

ان کہانیوں کے کردار غربت اور لالچ کے ہاتھوں مجبور ہو اپنی جھوٹی شہرت اور دولت کے پجاری ہیں۔ غربت اور افلاس کی صورت میں انسان فورا امیر بننے کی خواہش میں ناجائز ہتھکنڈے بھی استعمال کرتا ہے اور شہرت کی چکاچوند سے مرغوب ہو کر غیر اخلاقی طریقے بھی اختیار کرتا ہے۔ جن کہانیوں میں استحصال کی بات کی گئی ہے وہاں بتایا گیا ہے کی ہمارے معاشرے میں صرف اور صرف سیاسی حکمرانوں، جاگیرداروں ،وڈیروں اور چوہدریوں کو جینے کا حق ہے۔ غریب طبقہ اپنی مرضی سے آیا ہے نہ اپنی مرضی کی زندگی گزار سکا۔ غریب کی زندگی اسے سوال کرنے کا حق نہیں دیتی۔ اس کا استحصال اعلیٰ خاندان کے ہاتھوں لکھا ہے۔

محمد ارشد نعیم لکھتے ہیں۔

"محمد الیاس اس گلی میں سے گزرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں جہاں سے ہم جیسے مہذب اور دنیادار کترا کر آنکھیں چرا کر گزر جاتے ہیں۔ اور وہ معاشرے کے تضادات کو بڑی بے رحمی سے موضوع بناتے ہیں اور جب رلاتے ہیں تو قاری بے ساختہ اشک بار ہو جاتا ہے" ۶؎

ہمارا معاشرہ ان برائیوں کی وجہ سے دیمک زدہ ہو گیا ہے۔ جو اندر ہی اندر کھوکھلا ہو کر ختم ہونے کو ہے۔ ان ہی برائیوں نے ہر شخص کو آلودہ کر دیا ہے۔ لوگ انہی چیزوں اور حالات کے اسیر ہو گئے ہیں۔ بقول ڈاکٹر لیاقت علی خان

"دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔ دلوں کا چین چھن چکا ہے۔ ہماری زندگیوں میں سکون نام کی کوئی چیز نہیں۔ اطمینان ہم سے کوسوں دور ہے۔ اخوت، مساوات ناپید ہو چکی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ایک دن یہ دنیا جہنم کا ٹھکانہ بن جائے گی" ۷؎

غرض یہ کہ محمد الیاس کے ان افسانوی مجموعوں میں موجود کہانیاں کسی نہ کسی معاشرتی مسئلے کو اجاگر کرتی ہیں۔ وہ اپنے قلم کی طاقت سے پڑھنے والے کا ہاتھ پکڑ کر اس چوک میں لے جاتے ہی مصنف نے ان کہانیوں میں معاشرے کی بے چہرگیوں اور بدصورتیوں کو اپنی فنکارانہ صلاحیتوں سے عیاں کیا ہے۔ یہی بدصورتیں معاشرتی فساد کا باعث بنتی ہیں۔ ں جہاں صرف مسائل ہی مسائل ہیں۔ اور انسانیت سسک رہی ہے۔ ہم سب ،سب ٹھیک ہے کا لبادہ اوڑھ کر سے نظریں چرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بقول سلطان جمیل نسیم

"ان کا ہر واقعہ قاری کے لیے انکشاف ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ غور و
فکر کے دریچے بھی کھول دیتا ہے" ۸؎

مسلمان قریبا ایک ہزار سال تک بڑی طاقت رہے کیونکہ وہ کتاب ہدایت پر عمل پیرا تھے۔ موجودہ دور میں ہم اس کتاب و سنت سے دور ہو کر مادیت پرستی میں پڑ گئے۔ مذہبی منافرت پھیلی، فتنے فساد بڑھے۔ رشتے ناطے ٹوٹے، دوستی دشمنی میں بدلی۔ دنیا کی محبت اور مال و دولت کا لالچ بڑھ گیا۔

مذہب سے وابستگی، ملک سے وفاداری اور قانون کا احترام یہی ایک اچھے انسان کے کردار کی پہچان ہے۔ اپنی ذات کے دائرے سے نکل کر سماج کی بہتری کے لیے کام کرنا ہو گا۔ ہمارے حکمرانوں کے اخلاقی معیار کا پیمانہ جتنا وزنی ہو گا اس کا عکس عوام میں بھی نظر آئے گا۔ سماجی تعلقات و معاملات میں بہتری کی گنجائش بنے گی۔ اور سماج کی ترقی بھی انہی چیزوں سے وابستہ ہے۔ اگر ہمارا معاشرہ انحطاط و زوال کی اس صورتحال سے نکلنا چاہتا ہے تو جدید ٹیکنالوجی کام آسکتی ہے، دولت نہ مزاحمت کی تحریکیں۔

معاشرہ چاہے اسلامی ہو یا غیر اسلامی، اس معاشرے کو بنانے والے لوگ اعتدال و توازن پر قائم ہوں گے تو ایسا معاشرہ ہی صحت مند معاشرہ کہلائے گا۔ اگر اس اصول سے انحراف کیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے اپنے لیے کوئی اور راہ چن لی ہے جس کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کسی بھی قوم، ملک میں سارے لوگ ایک ہی ڈگر پر چلنے والے نہیں ہوتے، مگر بگاڑ کی شروعات چند افراد سے ہوتی ہے اگر ابتدا ہی میں ان ایسے عناصر کا قلع قمع کیا جائے تو نتیجے میں پورا معاشرہ اس خرابی کی لپیٹ میں آنے سے بچ سکتا ہے۔ اسی بات کی وضاحت ڈاکٹر محمد عبدالقادر عمادی لکھتے ہیں۔

"سماج میں ایسے افراد کی اچھی خاصی بڑی تعداد موجود ہوتی ہے جو سماجی طرز زندگی سے اپنے
مفادات کے لیے انحراف کرتے ہیں۔ انسان کی فطرت میں سہل پسندی کا خوف، خود غرضی، لالچ
اور مفاد پرستی کے جذبات بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کی تکمیل کے لیے بعض لوگ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں۔ جن سے ان کے مفادات کے حصول کے مروجہ قاعدوں اور اقدار کے خلاف عمل کرتے ہیں" ۹؎

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

"الذین طغوا فی البلد فاکثروا فیها الفساد" ۱۰؎

ترجمہ: یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی اور ان میں بہت زیادہ فساد پھیلایا تھا۔

ہمارے معاشرے کا ہر رکن چاہے سیاسی کارکن ہو یا پولیس افیسر یا پھر ملا مولوی ہر ایک کے زندگی کے اپنے ضابطے اور اپنے ہی اصول ہیں۔ ایک دوسرے سے تصادم آرائی، بے عملی، قوت برداشت کا فقدان ہے۔ سب کی زندگی انانیت سے عبارت ہے۔ اہلکار حاجت مندوں کی عزت اتار کر رکھ دیتے ہیں۔ حکام ناؤنوش کی لذتوں میں ڈوبے پڑے ہیں۔ اور قومی ضروریات سے مطلقا بے نیاز ہیں۔ انہوں نے سستی شہرت، دولت، دھوکہ، بدعنوانی کو ہی زندگی کا معیار سمجھ لیا ہے۔

تو پھر شاذ و نادر ہی ایسے معاشرتے غلاظتوں اور پستیوں سے بچ سکتے ہیں۔

ایک ادیب یا فنکار جب تک انسان کی ان بداعمالیوں کو نمایاں نہیں کرتا اس وقت تک اس کے آندر غور و فکر کرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ ایک ادیب کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ معاشرے کا اصلی چہرہ دکھاتا ہے جس کے باعث دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ برائی کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔

اس صدی کو ٹیکنالوجی کی صدی کہا جاتا ہے۔ زندگی کی اس تیز رفتاری اور مصنوعی پن نے زندگی کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ آج کو انسان صرف اپنی ذات تک سمٹ کر رہ گیا ہے ایک روبوٹ بن کر جذبات سے یکسر عاری ہو گیا ہے۔ کسی زمانے میں خلوص، پیار محبت، ادب و احترام، سادگی شرافت، ایمانداری ہی اچھی زندگی کی علامت تھے۔ گھر کے تمام لوگ ایک دوسرے کی طاقت تھے۔ رشتوں کی قدر، اہمیت اور احترام لازم تھے۔ مگر

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ترقی کی اس دوڑ میں اب انسان ایک مشین کے سوائے کچھ بھی نہیں۔ جدید زندگی نے جہاں لوگوں کی زندگی کو آسان بنایا ہے، وہاں زندگی مشکلات سے دوچار ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ مشینوں کے زیادہ استعمال سے مزدور طبقہ بے روزگاری کی طرف دھکیل دیا گیا، بے روزگاری بڑھی۔ دوسری طرف چھوٹی عمر سے ہی انٹرنیٹ کے بے جا استعمال سے بچے غیر ضروری مواد دیکھنے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے لگے۔ اگے بڑھنے کی دوڑ میں والدین نے بچوں کی تربیت کو پس پشت ڈال دیا۔ بقول ڈاکٹر محمد عبد القادر

"سائنس، ٹیکنالوجی اور معاشی ترقی کے تناور، سایہ دار درخت کے نتیجے میں جس قسم کا تمدن پروان چڑھ رہا ہے۔ اس میں مادیت پسندی اور مفاد پرستی کی آمیزش ہے۔ ضروریات زندگی کی دوڑ میں انسان ایثار، قربانی، سچائی، ہمدردی و بے غرضی جیسی عادات کو خیر آباد کہہ چکا ہے" ۱۱

آج کی اس مصروف زندگی میں گھر کے افراد کے پاس ہی ایک دوسرے کے لیے وقت نہیں۔ انسان بھری دنیا میں بھی خود کو اکیلا تصور کرتا ہے۔ وہ خوبصورت دور اب قصہ پارینہ بن چکا جب گھر میں دوستانہ ماحول بنا کر خاندان والے ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔ پڑوسیوں، رشتہ دوروں سے باہمی تعلق رکھا جاتا تھا۔ ایک دوسرے سے میل جول سے دوستی بڑھتی تھی اور زندگی پر لطف بنتی تھی۔ نئے دور میں یہ ساری خصوصیات و اخلاقیات ناپید ہو گئی ہیں۔ انسان مہذب کہلوانے کے چکر میں گھر کے اندر قید ہو کر گھٹن زدہ ماحول مٰیں ذہنی مریض بنتا جا رہا ہے۔ نئی نسل میں اخلاقیات کا سبق ماند پڑتا جارہا ہے۔ بقول شمیم حنفی

"انسان سچ مچ خسارے میں ہے۔ چاروں طرف درد اور دہشت کا دور دورہ ہے۔ نیو کلیر تجربے اور دھماکے ہمارے احساسات کو جگانے کی بجائے کند کرتے جارہے ہے" ۱۲

مختصر یہ کہ انسان کے اندر سے برداشت کی قوت، صبر حوصلہ ختم ہو گیا۔ بہتر سے بہترین کی دوڑ، غصہ، نفرت، حرص، انتہا پسندی اور ان جیسی دیگر کئی معاشرتی برائیوں سے پلا ہوا اژدھا دوسرے کو نگلنے کے لیے ہر وقت تیار بیٹھا رہتا ہے۔ ناخوادہ اور غیر تعلیم معاشرے جلد ہی تقسیم ہو کر کئی پاٹوں میں بٹ جاتے ہیں۔ جہاں تہذیب، اقدار اور روایات کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ غربت ڈیرے ڈال دیتی ہے۔ چوہدری، وڈیرے، نوبزادے جیسے القابات ہی اس معاشرے کی پہچان بن جاتے ہیں۔ وہاں سیاستدان اپنی بانجھ تقریروں سے سب کو کئی بار دھوکہ دیتے ہیں۔ افراتفری کے اس ماحول میں لوگ غلط کاموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ صراط مستقیم کو چھوڑ کر مسائل سے چھٹکارا انہیں بے راہ روی میں نظر آتا ہے۔ بلا ضرورت دکھاوا، شہرت دولت کی اس دوڑ میں انسان بے وقعت ہو کر رہ گیا۔ زندگی کا اصل مقصد ہی فراموش کر بیٹھا۔ ہمارا معاشرہ فراڈ، حق تلفی اور ناانصافی کی نظر ہو گیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اخلاقی زوال کی یہ صوتحال جو آج ہے یہ ماضی میں نہ تھی۔ عصری سماج میں افراتفری، بد نظمی اور ہوس کی ایک دوڑ ہے نیز اخلاقی بے راہ روی عام ہے۔ ہمارا مذہب ایسی اقدار ہر گز نہیں رکھتا جو کسی مصلحت کے تحت اپنی ہیت بدل دیں۔ اس میں اخلاقی اقدار ناقابل تغیر ہیں۔ چنانچہ یہی وہ حالات اور معاشرتی کیفیت ہے جس کو محمد الیاس نے نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے ہاں معاشرے کا دکھ، درد، غربت و افلاس، محرومی، خود غرضی، ذہنی انتشار، عصبیت اور آمریت کی سگینی نظر آتی ہے۔ محمد الیاس کی یہ کہانیاں اس دور کی گھٹن اور بے چینی کو پیش کرتی ہیں۔ جس میں ہمارے نام نہاد سیاستدانوں کے قول و فعل کا تضاد بھی نظر آتا ہے۔ اور معاشرے کے تاریک پہلوؤں کو بھی خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک بڑے افسانہ نگار کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان تمام پہلوؤں پر سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱- محمد حفظ الرحمن، مولانا، اخلاق اور فلسفہ اخلاق، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، سن ن، ص:۹۱
۲- مودودی ابو الاعلی، سید، اسلامی ریاست، اسلامک، پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۳، ص:۲۹۹
۳- حشرت رومانی، چند ہم عصر افسانہ نگار، جاوداں پبلیکیشنز اتیچ رضویہ سوسائٹی ناظم آباد کراچی، ۲۰۰۴ ص:۱۰۳
۴- جرال آئی، یو میرپور کا ادبی و سیاسی منظر نامہ (مضمون) مطبوعہ، روزنامہ، پاکستان، راولپنڈی ۱۲، اگست ۱۹۹۹
۵- محسن بھوپالی، لوح ازل پہ لکھی کہانیاں کی جولانیاں، (تبصرہ)، ابلاغ، جلد۷، شمارہ۵، ۱۹۹۹، ص:۱۴۶
۶ - ارشد نعیم محمد، محمد الیاس ایک فطری افسانہ نگار، تبصرہ، مطبوعہ گل کدہ، سہوان بدایوں، یوپی انڈیا، جلد۸، شمارہ۱۳، 1999
۷- لیاقت علی خان، نیازی، ڈاکٹر، اسلام کا نظام حیات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶ ص:۱۷
۸- محمد عبد القادر عمادی، ڈاکٹر، ہندوستان کے سماجی مسائل، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۰ ص:۷۴
۹- سلطان جمیل نسیم تبصرہ، لوح ازل پہ لکھی کہانیاں (تبصرہ) مطبوعہ، سیپ، کراچی، شمارہ، ۶۶، جلد۱۸، ص:۳۰۱
۱۰- القرآن، (سورت الفجر) آیت:۱۰، 11
۱۱- محمد عبد القادر عمادی، ڈاکٹر، ہندوستان کے سماجی مسائل، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۰، ص:۷۴
۱۲- شمیم حنفی، خیال کی مسافت، تخلیق کار پبلیشرز یاور منزل لکشمی دہلی، ۲۰۰۷، ص:۱۲۵